Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 33, Sr.No.89, 2012, pp 87 - 102

مجلہ تحقیق
مجلۂ کلیۂ علوم شرقیہ
جلد ۳۳، اکتوبر۔دسمبر ۲۰۱۲ء، شمارہ ۸۹

ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ کی خدماتِ حدیث

محبوب الرحمٰن قریشی ☆ ڈاکٹر محمد عبداللہ ☆☆

Abstract:

Dr Mahmood Ahmad Ghazi was a well-known Islamic scholar of 20th century. He was born on 18th September 1950 in New Delhi and died on 26th September 2010 in Islamabad. Although major field of his interest was Fiqh, but his work on Hadith is also commendable. He had a broad and deep study of Hadith literature and discussed its sciences in an effective manner. In his books and lectures, he repealed the objections raised by deniers of the Hadith. He used Quranic verses and Ahadith as arguments in his discussions and deliberations. He criticized the pungent views of orientalists but at the same time appreciated their work on hadith. By elaborating many instances, Dr Ghazi proved that various disciplines of Islamic studies get roots from Ahadith and its allied sciences. He advised his audiences and readers to adopt a research based approach for study of Hadith. At the end we have listed some practical steps to promote the hadith literature as suggested by Dr Ghazi.

ڈاکٹر محمود احمد غازی کا شمار بیسویں صدی کے ان عظیم سکالرز میں ہوتا ہے جنہیں قدرت نے لامحدود صلاحتیں عطا کی ہوئی تھیں پھر ان صلاحیتوں کو کما حقہ انسانیت کے وسیع تر مفاد میں استعمال کرنے کے مواقع بھی فراہم کیے۔ وسعت نظر اور وسعت مطالعہ میں ڈاکٹر غازی اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ علوم اسلامیہ کے ہر شعبہ میں تصنیف و تالیف کے جوہر دکھلائے۔ اپنی تصانیف میں وہ گراں قدر معلومات ذخیرہ کیں جن کے لیے کئی اداروں اور کئی شعبہ جات کی ضرورت پڑتی۔

☆ پی۔ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ و عربی، جامعہ گومل، ڈیرہ اسماعیل خان، پاکستان
☆☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ و عربی، جامعہ گومل، ڈیرہ اسماعیل خان، پاکستان

اس مقالہ میں ڈاکٹر غازی کی حدیث اور علم حدیث پر خدمات کا اجمالی تذکرہ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ علم حدیث پر آپ کے افکار و نظریات کا احاطہ کرنا آسان نہیں لیکن چند نکات کو مرکز و محور بنا کر ایک ایسا تصور اجاگر کیا گیا ہے، جس سے آپ کی علم حدیث پر دسترس کا اندازہ ہو سکے۔

علم حدیث پر ڈاکٹر غازی کی اہم پیش رفت آپ کے محاضرات ہیں جو آپ نے حدیث کے عنوان پر ادارہ الھدیٰ انٹرنیشنل، اسلام آباد کی دعوت پر ارشاد فرمائے جن میں حدیث سے متعلق تمام امور پر سیر حاصل بحث اور سامعین کے سوالوں کے جوابات مرحمت فرمائے۔

حدیث اور سنت:

حدیث اور سنت دو مشہور اصطلاحات ہیں جو محدثین نے رسول اللہؐ کے اقوال و افعال کے لیے استعمال کی ہیں۔ یہ دونوں الفاظ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں متعدد بار استعمال ہوئے ہیں۔ بعض علمائے کرام، حدیث اور سنت کو باہم مترادف معنوں میں استعمال کرتے ہیں جبکہ بعض کے نزدیک حدیث عمومی معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور سنت خاص معنوں میں۔

ڈاکٹر محمود غازی رقمطراز ہیں:

"حدیث تو ہر وہ چیز ہے جو رسول اللہؐ کی ذات مبارک سے منسوب ہو گئی ہو جسمیں ضعیف احادیث بھی شامل ہیں اور موضوع احادیث بھی شامل ہیں۔ منکر اور شاذ احادیث بھی۔ سنت سے مراد وہ طریقہ ہے جو احادیث صحیحہ کی بنیاد پر ثابت ہوتا ہے، جو رسول اللہؐ کا طے کیا ہوا طریقہ ہے۔ جو آپؐ نے اپنی امت کو سکھایا۔ جو قرآن پاک کے منشاء اور معانی کی تشریح کرتا ہے اور جو دنیا میں قرآن پاک کے لائے ہوئے نظام کی عملی تشکیل کرتا ہے۔ اس طریقہ خاص کا نام سنت ہے" (۱)۔

ڈاکٹر محمود غازیؒ سنت کے ذیل میں ایک اور نکتہ بیان کرتے ہیں، آپ کے بقول:

"واجب اور فرض کے مقابلہ میں سنت کی جو اصطلاح استعمال ہوتی ہے وہ پہلے معنوں سے مختلف ہے۔ یہاں سنت سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہؐ کی تعلیم کا وہ حصہ جو لازمی اور واجب نہیں ہے، جو فرض و واجب نہیں ہے۔ اسکو اگر اختیار کیا جائے تو اجر ملے گا اور نہ کیا جائے تو امید ہے کہ اللہ کے ہاں باز پرس نہیں ہوگی" (۲)۔

علمِ حدیث:

حدیث اور سنت سے مراد رسول اللہؐ کے اقوال، افعال و احوال اور اوصاف ہیں اور علمِ حدیث وہ فن ہے جس کے ذریعے رسول اللہؐ کی طرف منسوب تمام اقوال، افعال اور احوال کی تحقیق کرنا

تا کہ ان کی صحت اور سُقم کی نشاندہی کی جائے۔

علامہ سیوطی علم حدیث کی تعریف بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

علم یعرف به اقوال رسول اللهؐ و افعال و احواله (۳)

وہ علم جس کے ذریعے رسول اللہؐ کے اقوال، افعال اور احوال تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

ڈاکٹر غازیؒ کی خدماتِ حدیث:

ڈاکٹر محمود احمد غازی ایک ہمہ پہلو شخصیت کے مالک تھے دوسرے دینی علوم کی طرح حدیث اور علمِ حدیث پر اپنی خدمات انجام دیں آپ کی طرزِ معاشرت اور بود و باش میں رسول علیہ ﷺ کی اسوہ حسنہ کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے حدیث کے عنوان پر آپ کی تقریر و تحریر اِس کی عکاسی کرتی ہے احادیث کی جمع و تدوین اور تحقیق درحقیقت اِس محبت کا مظہر ہے جو ڈاکٹر محمود غازی کو رسول علیہ ﷺ کی ذاتِ گرامی اور آپ کے ارشادات سے تھی ڈاکٹر غازی نے حدیث کے موضوع پر جو خدمات دیں اِن میں سے آپ کے درسِ حدیث، حدیث پر ہونے والے اعتراضات کے خاطر خواہ جوابات موجودہ دور میں حدیث کی ضرورت و اہمیت اور جدید مسائل کے حل میں احادیث کا کردار اجاگر کرنا، جیسے اہم کارنامے شامل ہیں۔

۱) حدیث پر شکوک و اعتراضات کے جوابات:

ہر دور میں ایک طبقہ ایسا موجود رہا جو رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی اور آپ کے مبارک ارشادات کو شک کی نگاہ سے دیکھتا رہا اور مختلف طریقوں سے لوگوں کو بدظن کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنا اِس طبقہ کا حدف تھا برصغیر میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے مختلف زبانوں میں حدیث اور علمِ حدیث پر کتبِ تصنیف کیں۔اور ایسا اسلوب بیان اختیار کیا کے لوگوں میں حدیث کے معاملہ میں شکوک و شبہات پیدا ہونے شروع ہوگئے اور مسلمانوں کا ایمان کمزور ہوتا چلا گیا۔اِن مصنفین نے احادیث کے ذخیرہ کی ثقاہت کو مشکوک قرار دینے کی کوشش کی، ڈاکٹر غازی نے اِس شبہ کا ازالہ کیا حدیث اور علمِ حدیث کی جمع تدوین اور اِس کی حفاظت میں دنیا کے بہترین دماغوں اور غیر معمولی یاداشت رکھنے والے انسانوں نے اپنی زندگیاں وقف کردیں۔رسول اللہ ﷺ کے ارشادات پر مختلف زاویوں سے لاکھوں انسانوں نے غور و فکر کیا اور یہ سلسلہ عہدِ رسالت سے لے کر آج تک جاری ہے اور تا قیامت اسی جوش و جذبہ سے جاری رہے گا علم حدیث اِسی طرح کا مستند علم ہے جسے کوئی بھی انسانی علم ہوسکتا یا اس سے زیادہ یقینی ہے حدیث اور قرآن دونوں یقینی اور مستند ذرائع ہیں۔فرق صرف

یہ ہے کہ قرآن پاک کے الفاظ اللہ کی طرف سے ہیں جبکہ حدیث میں مفہوم اللہ کی طرف سے ہے اور الفاظ رسول اللہؐ کے ہیں دونوں شریعت میں حجت کا درجہ رکھتے ہیں دونوں یقینی بھی ہیں اور محفوظ بھی۔

دوسری غلط فہمی کتب حدیث کے بارے میں پیدا کی جارہی ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ احادیث کے مجموعے جو آج کے دور میں مقبول ہیں وہ بہت بعد کی تصنیف ہیں لہٰذا ان کی صداقت میں شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں کہ محدثین نے مختلف مشہور واقعات کو ان کتب میں جمع کردیا ہے اور ان کہانیوں کو رسول اللہؐ کی طرف منسوب کردیا اور مسلمانوں نے عقیدت مندی سے ان کو بطور حدیث مان لیا۔

ڈاکٹر غازیؒ اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ یہ غلط فہمی ایک فرضی خیال ہے جس کی کوئی علمی یا عقلی بنیاد نہیں ہے علم حدیث عہد رسالت ﷺ میں رواج پاچکا تھا آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو ارشاد فرمایا تھا کہ جو کچھ مجھ سے سنو محفوظ کرلیا کرو کیونکہ اس منہ سے سچ کے سوا کچھ نہیں نکلتا اسی طرح ایک اور حدیث کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو سرسبز وشاداب رکھے جس نے میری بات سنی، اس کو یاد کیا اور اس کو آگے پہنچایا۔ اسی قسم کا ارشاد آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا کے غائبین تک پہچانا اب تمہارا فرض ہے حضور ﷺ کے ارشادات کو یاد رکھنا اور محفوظ رکھنا بہت فضیلت والا کام ہے لہٰذا اس فضیلت کے حصول کیلئے صحابہ کرام نے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی اس کام کو شروع کردیا تھا صحابہؓ کے بعد یہ کام تابعین کے سپرد ہوا اسی طرح تبع تابعین میں ایسے لوگوں کی تعداد ہزاروں میں تھی جنہوں نے احادیث کے مجموعے تیار کیے اور یہی آج ہمارے پاس موجود ہیں لہٰذا یہ سمجھنا کہ احادیث کے ذخائر بعد کی پیداوار ہیں، ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں۔

ڈاکٹر غازی نے حدیث اور علم حدیث کی وسعتوں کا ذکر کرتے ہوئے انھیں تمام علوم اسلامیہ کا منبع قرار دیا ہے، مثال کے طور پر چند کا ذکر درج ذیل ہے۔

۲) حدیث اور علم کلام:

ڈاکٹر غازی نے اپنے خطاب اور اپنی تحریر میں اسلامی علوم وفنون کی بنیاد علم حدیث کو قرار دیا ہے اس میں ایک اہم فن علم کلام ہے علم کلام وہ علم یا فن ہے جو اسلام کے بنیادی عقائد کی تشریح کرتا ہے اور عقلی دلائل کی بنیاد پر اسلام کے عقائد کو دوسرے عقائد ونظریات پر برتر ثابت کرتا ہے علم کلام کا آغاز جن مسائل سے ہوا وہ مسائل علم حدیث اور سنت میں بیان ہوئے ہیں۔ جب ایسی احادیث پر تحقیق ہوئی جن میں عقائد بیان ہوئے ہیں اس تحقیق کی روشنی میں علم کلام نے جنم لیا۔ اور ڈاکٹر غازی یہاں ایک مثال سے وضاحت کرتے ہیں کہ مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اللہ اور اس کے

رسول ﷺ، ملائکہ، کتب پر ایمان لایا جائے یعنی مسلمان ہونے کے لئے ایمان ایک ضروری شرط ہے۔ لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوا کہ ایمان کیا ہے؟ اس کی کیا حقیقت ہے؟ مزید یہ کہ کیا ایمان میں کمی بیشی ممکن ہے؟ یہاں سے یہ اختلاف پیدا ہوا بعض حضرات کے نزدیک ایمان میں کمی بیشی ممکن نہیں جبکہ بعض حضرات اس نظریہ کے حق میں ہیں کہ ایمان میں کمی بیشی ممکن ہے اس لئے کہ قرآن پاک میں کئی جگہ ارشاد ہے زادتھم ایمانا ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے یعنی نزول قرآن کی طرف اشارہ ہے کہ جب کوئی نئی آیت نازل ہوتی تو مومنین کے ایمان کا درجہ بلند ہو جاتا۔ اس پہلو پر محدثین کے درمیان طویل بحث مباحثہ کا سلسلہ شروع ہوا۔ جو لوگ ایمان کی کمی بیشی کے حق میں نہیں ہیں یہاں ایمان کی کمیت میں کمی بیشی کا نہ ہونا مراد لیتے ہیں یعنی ایمان کا کم از کم تقاضا ہے کہ اللہ کو اس کے رسولوں کو، کتب وغیرہ کو ماننا اگر اس میں کمی ہو جائے تو آپ مسلمان ہی نہیں۔ لیکن دوسرا طبقہ جو ایمان کی کمی بیشی کے حق میں دلائل دیتا ہے وہاں ان کی مراد ایمان کے میعار میں کمی بیشی ہے۔ اس موضوع پر جب فلسفیانہ اسلوب اختیار کیا گیا تو علم کلام کا آغاز ہوا۔

ڈاکٹر غازی کے مطابق اہل علم جنہوں نے ابتداء میں ایسے سوالات اٹھائے وہ محدثین تھے۔ مثلاً امام بخاریؒ، امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ (۴)

۳) حدیث اور فقہ:

ڈاکٹر غازی جہاں حدیث اور علم حدیث کے ماہر ہیں وہاں وہ ایک ممتاز فقیہ بھی ہیں مختلف مجالس میں اسلامی فقہ کے موضوع پر درس دیا کرتے تھے آپ نے دلائل کے ذریعے ثابت کیا کہ حدیث اور فقہ دونوں لازم وملزوم علوم ہیں ان کو الگ نہیں کیا جا سکتا۔ فقہ شرعی قوانین کے علم کا نام ہے جو ان کے تفصیلی دلائل سے حاصل ہوں۔ گویا قرآن وسنت کی ان نصوص کو جو انسان کی عملی زندگی کی تشکیل کرتے ہیں ان کا فہم وادراک حاصل کرنا فقہ کہلاتا ہے۔ اس فہم وفراست سے جو ہدایات اور راہنمائی حاصل ہوتی ہے اس سے ایک نیا فن وجود میں آتا ہے۔ جسکی بنیاد علم حدیث ہے۔ قرآن پاک میں تمام احکام اجمالاً بیان ہوئے ہیں لیکن ان کی تشریح احادیث مبارکہ میں ہے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور مناسک حج کی تفصیلات حدیث میں ذکر ہیں اسی طرح معاملات کی وضاحت بھی احادیث میں آئی ہے۔

علم فقہ کا ایک اور ذیلی مضمون اصول فقہ ہے یعنی وہ بنیادی اصول جن میں شرعی احکام سے بحث ہوتی ہے جو شرعی ماخذ سے اخذ کیے گئے ہوں اصول فقہ کا مقصد ایسے قواعد وضوابط تیار کرنا ہے جن کے ذریعے احکام تک رسائی حاصل ہو در حقیقت علم حدیث کے بیان کردہ احکام سے اصول فقہ کی داغ

بیل پڑی ہے۔

بقول ڈاکٹر غازیؒ ''علم حدیث اس بنوغ اور عبقریت کا نمونہ ہے کہ جس میں معلومات اور معاملات کی وسعت پر دارومدار ہو۔ اور اصول فقہ اس بنوغ اور عبقریت کا نمونہ ہے جس میں تخلیقی صلاحیتیں اور نئے افکار ونظریات کو سامنے لانے پر معاملات کی بنیاد ہو۔ علم اصول فقہ نے علم کلام سے کہیں زیادہ عقل ونقل کے درمیان تطبیق پیدا کی ہے اور عقل ونقل کے درمیان توازن پیدا کیا ہے''(۵)

۴) علم تاریخ:

جب سے دنیا کا ظہور ہوا علم تاریخ کا تصور بھی ابھرنے لگا اسلام سے پہلے فن تاریخ پر کچھ لکھا گیا بے شمار کتب تصنیف کی گئیں لیکن تاریخ کا مفہوم بہت محدود اور سطحی نوعیت کا تھا کسی قوم، قبیلے یا معاشرے کے بارے میں قصے کہانیاں جمع کرنا تاریخ کے زمرے میں آتا تھا کسی قسم کا احتسابی نظام نہ تھا کہ اس تاریخ کا ماخذ کیا ہے؟ ان روایات کو بیان کرنے والا کون ہے؟ اور یہ کہانیاں کس حد تک مستند ہیں؟ اور ان میں جھوٹ وتعصب کی آمیزش کس قدر ہے؟

اقوام عالم میں تاریخ کا تصور بہت قدیم ہے یونانی، ہندوستانی اور رومی اقوام قدیم ترین تصور کی جاتی ہیں علم تاریخ میں ان اقوام کی شمولیت ضرور ہے لیکن تاریخ کا صحیح تصور اور شعور جو مسلمانوں کے علاوہ دوسری قوموں کو بھی میسر ہوا، وہ علم حدیث کے مرہون منت ہے۔

ڈاکٹر غازی رقمطراز ہیں:

''علم حدیث نے سب سے پہلے لوگوں کو یہ تصور دیا کہ جب کوئی واقعہ بیان کرو تو پہلے خود یہ اطمینان کرلو اور پھر دوسرں کو یہ اطمینان دلاؤ کہ تم اس واقعہ کے عینی شاہد ہو اگر عینی شاہد نہیں تو جو عینی شاہد تھا اس کا حوالہ دو کہ مجھ سے فلاں شخص نے بیان کیا جو عینی شاہد تھا پھر اس بات کا یقین دلاؤ کہ تم جس واقعہ کو بیان کر رہے ہو اس کو بیان کرنے میں تمہارا کوئی ذاتی مفاد نہیں ہے''(۶)۔تاریخ کے مضمون میں یہ تصورات مسلمان قوم کے تخلیق کردہ ہیں اسلامی علوم وفنون میں یہ اصول پیدا ہوئے اور مسلمان مورخین نے مسلمانوں کی تاریخ میں یہ اصول عملی طور پر استعمال کئے علم حدیث کا یہ ایک بڑا معرکہ ہے تاریخ نویسی کو سب سے پہلے علامہ سخاوی نے متعارف کرایا جو ایک محدث تھے ان کی کتاب

''۔ الاعلان بالتو بیح بمن ذم اھل التاریخ''

علم تاریخ میں ایک مستند تصنیف ہے جس میں مصنف نے تاریخ نویسی کے قواعد وضوابط مدون کیے جو کہ علم حدیث سے ماخوذ ہیں (۷)

۵) حدیث قدسیہ اور قرآن مجید میں فرق:

حدیث کے موضوع پر ڈاکٹر غازیؒ کا ایک اور اہم کام احادیث قدسیہ کا بیان ہے اس موضوع پر آپ نے اپنا نقطہ نظر بہترین اسلوب میں پیش کیا ہے۔

وحی کی دو اقسام ذکر کی گئی ہیں وحی متلو جسے وحی جلی بھی کہا جاتا ہے اس کی عبارت اور کلمات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں یہ وہ وحی ہے جس کے الفاظ معجزہ ہیں دوسری قسم وحی غیر متلو یا وحی خفی ہے جس کے الفاظ متعین نہیں ہوتے صرف معنی و مفہوم رسول اللہ ﷺ تک منتقل ہوتا ہے لیکن الفاظ حضور ﷺ کے ہوتے ہیں اسی کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے

وما ینطق عن الھوی (۸)

وحی مخفی کو حدیث یا سنت کا نام دیا گیا۔ وحی مخفی میں ایک خاص قسم وہ ہے جو باقی احادیث سے مختلف اور منفرد مقام رکھتی ہے اس کو حدیث قدسی کہا جاتا ہے یہ بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ کا کلام ہوتا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہوتا ہے چونکہ یہاں الفاظ رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہیں لہٰذا اس وحی کو قرآن پاک میں شامل نہیں کیا جاتا اور نہ ہی اسکی تلاوت ہوتی ہے۔

ارشاد ربانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ نے صیغہ واحد متکلم میں ارشاد فرمایا ہو، یہ حدیث، حدیث قدسی کہلاتی ہے۔

احادیث کے مجموعے جو ہمارے ہاں دستیاب ہیں ان میں احادیث کی تعداد ہزاروں میں ہے لیکن احادیث قدسیہ کی تعداد چند سو سے زائد نہیں احادیث کے کچھ مجموعے ایسے بھی ہیں جن میں صرف احادیث قدسیہ کو شامل کیا گیا ہے۔ ان احادیث میں بیک وقت دونوں خواص پائے جاتے ہیں یعنی ایک طرف قرآن پاک سے مشابہت رکھتی ہیں کیونکہ یہ اللہ کا کلام ہے اور براہِ راست اللہ تعالیٰ کی ذات مخاطب ہے تو دوسری طرف ان کی مشابہت احادیث مبارکہ سے ہے کیونکہ الفاظ رسول اللہ ﷺ کے ہیں۔

ڈاکٹر غازیؒ نے قرآن مجید اور احادیث قدسیہ میں چند بنیادی فروق کی نشاندہی کی ہے۔

۱۔ قرآن پاک کے الفاظ اور عبارت اپنی فصاحت و بلاغت اور بلند معیار کی بنا پر ایک معجزہ ہے جبکہ یہ عنصر احادیث قدسیہ کے لئے ضروری نہیں۔

۲۔ قرآن مجید کی روایت بالمعنی جائز نہیں بلکہ یہ حرام ہے۔ لیکن حدیث قدسیہ کے لئے افضل تو یہ

ہے کہ وہی الفاظ بیان کئے جائیں ۔لیکن روایت بالمعنی جائز ہے حرام نہیں ہے۔قرآن مجید کے مفہوم کو اپنے لفظوں میں بیان کر دینا اور یوں کہنا کے اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا، جائز نہیں ہے۔دوسری طرف حدیث قدسیہ کو اس اسلوب میں بیان کرنا جائز ہے۔

۳۔ قرآن مجید کی تلاوت کے لئے ضروری ہے کہ آدمی باوضو ہو،جس شخص پر غسل واجب ہو وہ اس کی تلاوت نہیں کر سکتا لیکن حدیث قدسیہ کے لئے یہ شرط نہیں ہے لیکن ادب واحترام کا تقاضا ہے کہ باوضو ہو کر احادیث کو پڑھے۔امام مالکؒ کے بارے میں ہے کہ آپ بہت زیادہ اہتمام کے ساتھ درس حدیث دیا کرتے جس مکان میں درس ہوتا تھا وہاں خوشبو بکھیری جاتی،سفید چادریں بچھائی جاتی تھیں۔

۴۔ نماز میں قرآن مجید کی تلاوت فرض ہے لیکن حدیث قدسی کی تلاوت نماز میں جائز نہیں اگر کوئی شخص نماز میں حدیث قدسی پڑھ لے تو تلاوت کا رکن جو فرض یا واجب ہے وہ ادا نہ ہوگا۔

۵۔ قرآن پاک کی تلاوت باعث اجر وثواب ہے اس کی ترغیب کے لئے فرمایا گیا ہے کہ جو شخص ایک حرف کی تلاوت کرتا ہے اس کے لئے دس نیکیاں ہیں الم تین حروف ہیں ان کی تلاوت سے تیس نیکیاں ہیں۔ یہ خصوصیت صرف قرآن پاک کیلئے مختص ہے حدیث قدسی کے لئے اس قدر اجر وثواب کی بشارت نہیں سنائی گئی۔

۶۔ قرآن پاک وحی جلی ہے جبکہ حدیث قدسی وحی خفی ہے۔

۷۔ قرآن پاک کا نزول جبرائیل امینؑ کے ذریعے جبکہ حدیث قدسی کسی بھی طریقہ سے آسکتی تھی۔ بعض اوقات جبرائیل امینؑ کے ذریعے نازل ہوئی۔بعض اوقات حضور ﷺ نے خواب میں کوئی چیز دیکھی، یا اللہ تعالیٰ نے کسی بات کا خیال دل میں ڈال دیا۔

۸۔ قرآن پاک وحی متلو ہے جس کی تلاوت ہوتی ہے لیکن حدیث قدسی وحی غیر متلو ہے جس کی تلاوت نہیں ہوتی۔

۹۔ قرآن پاک کے الفاظ متواتر ہیں ضروری نہیں کہ حدیث قدسی کے الفاظ بھی متواتر ہوں کچھ احادیث قدسیہ متواتر ہیں لیکن اکثر متواتر نہیں ہیں۔

۱۰۔ قرآن پاک مصاحف میں محفوظ ہے اور یکجا ہے جبکہ احادیث قدسیہ کسی ایک مجموعہ میں یکجا نہیں ہیں(۹)۔

۶) علمِ حدیث دورِ جدید میں:

ہر دور کے اپنے مسائل ہوتے ہیں۔ضروریات الگ ہوتی ہیں۔آج دنیا ایک گلوبل ویلج کی شکل اختیار کر چکی ہے۔انسان نے جہاں ہر میدان میں ترقی کی نئی راہیں دریافت کی ہیں وہاں نئے نئے مسائل نے بھی جنم لیا ہے۔ نئے مسائل کے حل کے لیے حدیث اور علمِ حدیث کی از سر نو تدوین ضروری ہے۔ڈاکٹر غازیؒ نے اس پہلو کی نشاندہی کی۔

عہدِ رسالتؐ سے لیکر آج کے برق رفتار ترقی کے دور تک علمِ حدیث کی مختلف جہات پر گرانقدر خدمات سرانجام دی گئیں۔چونکہ علمِ حدیث ایک وسیع علم ہے لہٰذا اس کی وسعتوں کا احاطہ کرنا کسی مخصوص زمانہ تک محدود نہیں اور زمانہ کے بدلتے ہوئے رجحانات کے پیشِ نظر علمِ حدیث کا نئے اسلوب میں مطالعہ ضروری ہو جاتا ہے ان سطور میں راقم الحروف نے ڈاکٹر غازیؒ کے افکار کی روشنی میں علمِ حدیث کے ان گوشوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے جن میں ابھی زیادہ کام نہیں ہوا اور تحقیق وجستجو سے نئے افق پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

۷) احادیث کے حوالے سے گذشتہ مذاہب کا مطالعہ:

احادیث کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ مختلف مقامات پر سابقہ اقوام، سابقہ انبیاء اور سابقہ کتب کا ذکر ہے۔آنحضرتؐ نے اپنے ارشادات میں مختلف الہامی کتب کے بیانات کا ذکر کیا ہے۔چنانچہ آج ہم اسمیں افراط وتفریط سے کام لیا گیا ہے یہاں اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنی کتابوں میں من پسند تبدیلیاں کر لی ہیں۔ان شواہد کی بناء پر مطالعہ مذاہب اور مذاہب کی تاریخ پر ایک علمی وتحقیقی کام کرنے کی نئی جہت کا تعین ہوتا ہے۔ان الہامی کتابوں تورات وانجیل میں جب کوئی حوالہ ملتا ہے تو اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ کس حد تک ان میں تحریف کی گئی اور کتنی مماثلت پائی جاتی ہے اور اس تحریف میں کیا مقاصد کارفرما تھے۔مطالعہ مذاہب کے ذریعے ان پہلوؤں کی بھی نشاندہی ہوتی ہے جن میں مذاہب کی وہ تعلیمات جو اللہ تعالیٰ اور انبیاء کی طرف سے تھیں لیکن ان میں تحریفات کی گئیں۔ان کا واضح ثبوت حدیث مبارکہ سے ملتا ہے۔یوں علمِ حدیث میں ایک نئے باب کا اضافہ ممکن ہے ڈاکٹر غازیؒ کا یہی نظریہ ہے کہ اس اسلوب پر کام کرنے سے دنیا کی دوسری اقوام کے سامنے بھی مطالعہ کی ایک نئی راہ روشن ہوتی ہے۔جس سے وہ استفادہ کر سکتے ہیں۔

۸) حدیث کا سائنسی مطالعہ:

حدیث کا ایک نیا پہلو ایسا بھی ہے جو سائنسی مطالعہ سے مطابقت رکھتا ہے۔حدیث کی کتب کو سائنسی کتب قرار دینا دراصل حدیثِ نبویؐ کی قدر و منزلت کو کم کرنے کے مترادف ہے۔احادیث ان الفاظ پر مشتمل ہیں جو رسول اللہؐ کی زبانِ اطہر سے ادا ہوئے۔ان کی ثقاہت کسی بھی انسانی علم سے بہت بلند معیار کی حامل ہے۔لہٰذا ان ارشادات کو سائنس یا طب کے مشابہ قرار دینا کم عقلی ہے۔البتہ کتبِ حدیث کے مطالعہ سے ایسے نکات سامنے آتے ہیں جن کو رسول اللہؐ نے آج سے چودہ صدیاں پہلے انسانی صحت کے اصول قرار دیا۔آج جب انسان برق رفتاری سے پیش قدمی کر رہا ہے سائنسی علوم عروج پر ہیں۔دنیا کی مختلف قومیں سائنس کے میدان میں ایکدوسرے پر سبقت کی دعویدار ہیں۔ ہر گزرتا ہوا دن انکشافات وایجادات سے پردہ ہٹا رہا ہے۔ اُترتا ہوا ہر غلاف اسلام کی ابدی صداقت اور حقانیت کا اعلان کر رہا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام نے اسرارِ فطرت اور رموزِ کائنات سے آشنائی حاصل کرنے کی تاکید کی ہے۔اسکی مثال کسی اور مذہب میں نہیں ملتی۔لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ دورِ حاضر میں علمِ حدیث کا سائنسی اسلوب پر مطالعہ کے ذریعے سائنس کے نئے گوشوں کو سامنے لایا جائے۔تاکہ سائنس دانوں پر یہ بات عیاں ہو جائے کہ دنیائے طِب کے عظیم طبیبؐ نے آج سے چودہ سو سال قبل جو اصول متعین کیے تھے آج وہ سائنس کے میدان پر بھی پورے اترتے ہیں۔ ڈاکٹر غازیؒ نے حدیث کے سائنسی مطالعہ کے دو واقعات نقل کر کے علمِ حدیث کے اس پہلو میں رہنمائی فراہم کی ہے۔پہلی حدیث جس کا ذکر ڈاکٹر غازی نے کیا وہ صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ جب کھانے میں مکھی گر جائے تو آپؐ نے فرمایا اس کو اندر پورا ڈبو کر نکال لو کیونکہ مکھی کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے پر میں شفا ہوتی ہے۔ دوسری حدیث جس ذکر ہے وہ بھی صحیح بخاری کی ایک حدیث ہے۔جس کا مفہوم ہے کہ رسول اللہؐ نے ایک قبیلہ بنی عرینہ کے لوگوں کو جو ایک موذی مرض میں مبتلا ہو گئے تھے اونٹ کا دودھ اور پیشاب پینے کا کہا تھا۔ان لوگوں نے اس نسخہ پر عمل کیا اور شفایاب ہو گئے۔ڈاکٹر محمود غازیؒ نے ان احادیث پر ڈاکٹر مورس بکائی اور ڈاکٹر حمید اللہ کے مابین ہونیوالی بحث وتمحیص کا ذکر کیا (۱۰)۔

احادیث کے سائنسی مطالعہ کا آغاز اہلِ مغرب میں ہو چکا ہے اور نئے نئے تجربات کی بنا پر اسلام کی حقانیت عیاں ہو رہی ہے اسی عنوان کے تحت چند احادیث مبارکہ کا سائنسی مطالعہ نفع سے خالی نہ ہوگا۔

۱۔ کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنا:

ایک حدیث میں کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے کا حکم ہے۔

جبکہ اہلِ مغرب اور مغربی کلچر سے متاثر بعض مسلمان اس عمل کو معیوب اور غیر صحت مند قرار دیتے ہیں اور اسے نشانہ تنقید بناتے ہیں۔ جدید تحقیق کے مطابق جرمنی کے طبی ماہرین طویل تحقیق اور تجربات سے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ انسان کی انگلیوں کے پوروں پر ایک قسم کی پروٹین پائی جاتی ہے جو مختلف بیماریوں کیخلاف قوتِ مدافعت فراہم کرتی ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ یہ پروٹین نہ ہوتی تو بچوں میں ہیضہ، دست اور قے کی بیماریاں بہت زیادہ ہوتیں (۱۱)۔

۲۔ طاعون زدہ علاقوں سے نقل مکانی کی ممانعت:

رسول اللہﷺ کی ایک حدیث کا مفہوم ہے۔ آپؐ نے فرمایا "طاعون ایک عذاب ہے جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ یا تم سے قبل لوگوں پر نازل ہوا۔ جب تم سنو کہ کسی علاقے میں طاعون ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب وہ اس علاقے میں آجائے جہاں تم مقیم ہو تو اس علاقہ سے مت بھاگو۔" (۱۲)

رسول اللہؐ نے طاعون کے علاقہ کے بارے میں جو احتیاطی تدابیر تجویز فرمائی ہیں ان میں سائنسی اعتبار سے کئی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ جدید سائنسی تحقیق نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ انسانی جسم میں مضر مادے ہوتے ہیں جو نقل و حرکت سے جسم میں کئی بیماریوں کا موجب بن سکتے ہیں۔ لہٰذا طاعون کے حملہ کی صورت میں وہاں ٹھہرنے میں بہتری ہے تاکہ مضر مادے متحرک نہ ہوں۔ ان احادیث کے مطالعہ سے اس بات کی ضرورت واہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ احادیث کا سائنسی مطالعہ کس قدر اہم ہے۔

۳۔ احادیث کی کمپیوٹرائزیشن:

عصرِ حاضر میں سائنس نے جہاں مختلف شعبہ جات میں انقلاب برپا کیا وہاں انفارمیشن ٹیکنالوجی کے میدان میں بے پناہ کارنامے سرانجام دیے۔ اس عروج سے استفادہ کرتے ہوئے تمام شعبہ ہائے زندگی نے اپنے دائرے کو وسیع کیا۔ چنانچہ اسی رجحان کے پیشِ نظر علمِ حدیث کے ماہرین نے بھی جدید ٹیکنالوجی کو استعمال کرتے ہوئے اس فن کو نئے انداز سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی میں کمپیوٹر اور انٹرنیٹ بنیادی ذرائع ہیں۔ دنیا کے ہر خطے میں ان کا استعمال اس کثرت سے ہے کہ یہ آج کی بنیادی ضرورت بن گئے ہیں۔ لہٰذا ان ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے علم حدیث کے احیاء اور ترویج کو زیادہ موثر بنانے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں کچھ کام ہوا لیکن یہ نامکمل

ہے۔حدیث کی کمپیوٹرائزیشن پر جو کام ہوا اس میں ایک جامع ڈیٹا بیس بنایا گیا جس میں احادیث کو درج کر کے اس کی فنی حیثیت اور دیگر امور سے بحث کی گئی ہے۔مختلف راویوں کی روایت کردہ روایات کو الگ الگ فنی طریقہ سے محفوظ کیا گیا۔کسی بھی راوی کی احادیث کو تلاش کرنا آسان ہو گیا ہے۔

ڈاکٹر غازیؒ نے اس سلسلہ میں سفارشات مرتب کی ہیں کہ تمام بنیادی ماخذ کو کمپیوٹرائز کیا جائے۔جدید ترین سافٹ وئیر اور سرچ انجنز متعارف کرائیں جائیں۔جن میں احادیث کی کتب اور ان کی ہر زبان میں مدون شروح کو نشر کیا جائے احادیث کے عنوان اور نمبرز کو بھی انٹرنیٹ کے ذریعے ڈسپلے کیا جائے تا کہ تلاش میں دشواری نہ آئے۔یہ کام وہی شخص کر سکتا ہے جو علمِ حدیث کے ساتھ ساتھ کمپیوٹر پروگرامنگ پر بھی دسترس رکھتا ہو۔ڈاکٹر غازی جرح وتعدیل کی کمپیوٹرائیزیشن کے بارے میں اپنا نقطہ نظر یوں بیان کرتے ہیں:

''جرح وتعدیل کا مواد جو لاکھوں صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔اس میں سے انتخاب کرنا اور اس کا درجہ متعین کرنا، پھر اسکو فیڈ کر کے اسکے نتائج کمپیوٹر سے لیے جائیں پھر حدیث کا ضعف، صحت اور حسن میں جو درجہ ہے یہ سارا کام کمپیوٹرائز ہونا ابھی باقی ہے اور اس میں وقت لگے گا۔''(۱۳)

علم جرح وتعدیل ڈاکٹر غازیؒ کی نظر میں:

ڈاکٹر غازیؒ نے جرح وتعدیل کو قرآن وسنت سے مدلل حوالہ جات سے ثابت کیا ہے علم حدیث کے موضوع پر یہ ایک قابل قدر اضافہ ہے۔قرآن مجید اور سنت رسول اللہ ﷺ میں اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جو بات یا واقعہ منسوب کیا جائے، سامعین کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ مکمل تحقیق وتفتیش سے کام لیں اور اطمینان کریں کہ جو بات بیان کی جارہی ہے وہ واقعتاً رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے یا نہیں۔ اس کی ضرورت واہمیت اس پہلو سے بھی عیاں کہ قیامت تک آنے والے مسلمان کو شرح صدر کے ساتھ بات معلوم ہو جائے کہ آقا نامدار ﷺ نے اس کے لئے کیا بات ارشاد فرمائی اسی طرح ان احکام کی بھی تشریح ہو جائے جو کلام پاک میں اجمالاً ذکر ہوئے مثلاً جائز ناجائز، حلال حرام کا تصور واضح ہو جائے۔ اس اصول کو قرآن نے یوں بیان کیا۔

اذا جاء کم فاسق بنباءٍ فتبینوا (۱۴)

جب کوئی فاسق شخص تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لو

اس آیت مبارکہ میں واضح کیا گیا ہے کہ اگر کوئی غیر معتبر شخص کوئی اہم بات ذکر کرے تو اس کی چھان بین کر لیا کرو۔اسی تصور کو مزید اجاگر کرنے کے لیے ڈاکٹر غازی نے ایک اور آیت مبارکہ کا

ذکر کیا ہے۔

اِذا جاء کم المومنات المھاجرات فا متحنوھن (۱۵)

ترجمہ:۔ جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کو آزما کر دیکھو۔

قرآن مجید کی ان آیاتِ کریمہ سے احادیث مبارکہ کے سند اور متن کی تحقیق کا اصول اخذ ہوتا ہے۔

ان قواعد وضوابط کو احادیث میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

صحابہ کرامؓ نے احادیث کے متن وسند کی تدوین میں انتہائی احتیاط سے کام لیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں تمام محدثین وفقہا نے تصدیق کی ہے کہ وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے احادیث کے معاملہ میں روایت ودراست اور جرح وتعدیل کے تصور کو متعارف کرایا۔ عہدِ صدیقیؓ میں جو لوگ احادیث بیان کرتے تھے وہ سب کے سب صحابہ کرامؓ ہی تھے اور ان حضرات سے کسی غلط بیانی (نعوذ باللہ) کا امکان بھی نہ تھا۔ اس کے باوجود صدیقِ اکبرؓ نے یہ روش اختیار کر کے بعد کے زمانہکے محدثین کے لیے ایک مثال قائم کی اس اہتمام کا بنیادی سبب یہی تھا کہ رسول اللہؐ کے ارشادات کو مدّ ون کرنے میں کسی قسم کی آمیزش کی گنجائش باقی نہ رہے حضرت ابو بکرؓ نے کئی مواقع پر حدیث کی سند کو فوراً قبول کرنے سے اپنے تحفظات کا ذکر کیا اور تحقیق کے طور پر کسی دوسرے صحابیؓ کی گواہی کو ضروری سمجھا۔ ایک دادی حضرت ابو بکرؓ کے پاس اپنے پوتے کی میراث سے حصہ مانگنے آئی آپؓ نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب میں تیرے لیے حصہ مقرر نہیں اور نہ ہی رسول اللہؐ سے اس باب میں کوئی حدیث سنی ہے تو واپس چلی جا میں لوگوں سے پوچھ کر بتاؤں گا۔ ابو بکر صدیقؓ نے لوگوں سے پوچھا تو مغیرہ بن شعبہؓ نے کہا میں اس وقت موجود تھا میرے سامنے رسول اللہؐ نے دادی کو چھٹا حصہ دلایا۔ ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا اور آدمی بھی تمہارے ساتھ ہے۔ تو محمد بن مسلمہ انصاریؓ نے کھڑے ہو کر کہا جیسا مغیرہ بن شعبہؓ نے کہا ویسا بیان کیا تو حضرت ابو بکرؓ نے پوتے کی میراث سے چھٹا حصہ دلایا۔

احادیث مبارکہ کے سلسہ میں حضرت عمر فاروقؓ کا بھی یہی معمول تھا۔ آپؓ کا بھی یہی موقف تھا کہ اگر ہم آسانی سے احادیث کو قبول کر لیں تو لوگوں میں یہ جرأت پیدا ہو جائے گی کہ رسول اللہؐ کے ارشادات کو معمولی سمجھنے لگیں گے۔ حضرت علیؓ سے جب کوئی شخص حدیث بیان کرتا آپؓ اس کی تصدیق کے لیے اس شخص سے قسم لیا کرتے تھے صحابہ کرامؓ حدیث کے معاملہ میں تحریری شہادت کو مستند نہیں سمجھتے تھے کیونکہ ایک تحریر دوسری تحریر کے مشابہ ہو سکتی ہے ڈاکٹر غازی لکھتے ہیں:

"اگر مدینہ منورہ سے کوفہ میں کسی صحابیؓ کے نام کوئی خط گیا کہ رسول اللہؐ نے یہ بات ارشاد فرمائی

تھی تو کوفہ میں بیٹھے ہوئے صحابیؓ کو کیسے پتہ چلے گا کہ یہ خط مدینہ منورہ میں فلاں صحابیؓ ہی نے بھیجا ہے یا کوفہ میں اگر کوئی صحابیؓ بیٹھے ہوں اور مصر میں کسی کے نام خط لکھیں کہ رسول اللہؐ نے یہ بات فرمائی تھی اور مجھ سے فلاں صحابی نے بیان کی تو اس کی تصدیق گا کہ یہ خط انہی صحابی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جن سے منسوب کیا جا رہا ہے۔اسمیں غلط فہمی، ملاوٹ یا الجھن کا امکان بہرحال موجود تھا۔اس لیے طے کیا گیا تھا کہ صرف تحریری دستاویز پر کوئی حدیث قبول نہ کی جائے گی" (۱۶)۔

احادیث مبارکہ کی چھان بین کا یہ اسلوب صحابہ کرامؓ کے زمانہ تک جاری رہا لیکن یہ سنہری دور بھی آخر کار اختتام پذیر ہوا۔اب وہ لوگ آئے جو صحابہ نہ تھے بلکہ ان حضرات کے شاگرد تھے۔ان لوگوں کے تربیت یافتہ تھے وہ اخلاق وکردار کے اعلیٰ معیار پر فائز تھے۔ لہٰذا احادیث کے معاملے میں تحقیق وجستجو کی ضرورت پہلے سے زیادہ شدت سے محسوس ہونے لگی۔حدیث کے سیاق وسباق اور مفہوم کو سمجھنے کے لیے علمِ جرح وتعدیل اور روایت ودرایت کو دین کا حصہ قرار دیا جانے لگا کیونکہ اسناد کی تصدیق کے بغیر رسول اللہؐ کے ارشادات کو سمجھنے میں غلط فہمی اور آمیزش کا اندیشہ موجود رہتا۔اسی خدشہ کی بناء پر محدثینِ کرام نے اس عمل کو ضروری قرار دیا کیونکہ

مالا یتم الواجب الا بہ فھو واجب (۱۷)

ترجمہ:۔ جس چیز پر کسی واجب کا دارومدار ہو وہ چیز بھی واجب ہو جاتی ہے۔

محدثین حالات وواقعات کے نقل کرنے میں کسی شخص کے رتبے یا حیثیت سے متاثر نہیں ہوئے۔بادشاہوں، وزیروں، مشیروں کی اخلاقی سراغ رسانیاں کیں تمام حقائق کو منظر عام پر لانے میں کوئی امر ان کو مانع نہ تھا راویوں کے اخلاق وکردار، عدالت، ثقاہت اور دیگر خصائص پر سیر حاصل بحث کی اس طریقہ سے کئی تصنیفات تیار ہوئیں مثلاً کتاب الجرح والتعدیل از امام عبدالرحمٰن بن حاتم رازی، تہذیب الکمال از علامہ مزی، تہذیب التہذیب از حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ (۱۸)

جرح وتعدیل اور حسنِ ظن دو الگ الگ مباحث ہیں۔ڈاکٹر غازیؒ کا نظریہ ہے کہ حدیث کے معاملے میں محض حسنِ ظن سے کام نہیں لینا چاہیے خوش گمانی کی بناء پر کسی کو عادل، ثقہ یا امانت دار نہیں قرار دیا جا سکتا، یہ رسول اللہؐ کی حدیث کا معاملہ ہے یہ دین کی ثقاہت کا معاملہ ہے۔اس میں خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا۔اس میں انتہائی تحقیق سے کام لینا ہوگا۔

۹) تدوین حدیث غیر مسلموں کیلئے:

علمِ حدیث کے ذیل میں ڈاکٹر غازی نے ایک نئے باب کی نشاندہی کی ہے۔یعنی تدوین حدیث غیر مسلم کے لیے۔ڈاکٹر غازی کے مطابق آج تک جتنے حدیث کے ماخذ ہمارے ہاں دستیاب ہیں ان کے مخاطبین مسلمان تھے جو دین کے عقائد پر ایمان رکھتے ہیں۔سابقہ شارحین نے کلیات پر بحث نہیں کی صرف جزئیات کے جوابات دیے کیونکہ کلیات پر سوالات نہ ہوتے تھے۔لیکن عصرِ حاضر کی صورتِ حال مختلف ہے۔آج کے لوگ نہ تو اسلام کے کلیات کو مانتے ہیں اور نہ ہی جزئیات کو۔توحید، رسالت کے منکر ہیں۔وحی کو بطور ماخذِ علم ماننے سے تحفظات کا شکار ہیں۔پرانی شرحیں پرانے سیاق وسباق میں مرقوم تھیں۔ نئی شرحیں نئے سیاق وسباق میں مرقوم کرنے کی ضرورت ہے۔جن میں پہلے کلیات پر بحث کی جائے پھر جزئیات کو بیان کیا جائے۔

ڈاکٹر غازیؒ رقمطراز ہیں:

> ''جس طرح متن حدیث کو نئے انداز سے مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔اسی طرح علمِ حدیث کی نئی شرحیں لکھنے کی بھی ضرورت ہے۔پرانی شرحوں کو ان کے نئے انداز میں پیش کرنے کا کام بھی ہوگا اور نئے مسائل کی نئی شرحیں اور نئے اعتراضات کے نئے جواب بھی ہوں گے'' (۱۹)

درج بالا سطور میں راقم نے ڈاکٹر غازیؒ کے افکار کا تحقیقی وعلمی اسلوب میں جائزہ پیش کیا ہے اور چند شروعات کی نشاندہی کی ہے جن پر ڈاکٹر محمود غازیؒ کے بقول کام ہونا باقی ہے۔اس طرح کے کئی میدان اور جہات ہوسکتی ہیں، جہاں علمِ حدیث کی روشنی میں مختلف گوشوں کو اجاگر کیا جاسکتا ہے۔اس طریقہ کار سے حدیث کے نئے افق ابھریں گے اور خدمتِ حدیث کا موقع میسر آئے گا۔

☆☆☆☆

حواشی و حوالہ جات

۱۔ غازی، محمود احمد، ڈاکٹر۔ محاضرات حدیث ،الفیصل پبلشرز لاہور، ص۔۲۴

۲۔ محاضرات حدیث ،ص ۴۸

۳۔ سیوطی، جلال الدین، تدریب الراوی، ج ۱۔ قدیمی کتب خانہ، کراچی، ص ۹

۴۔

۵۔ محاضرات حدیث ،ص ۷۱

۶۔ محاضرات حدیث ،ص ۷۲

۷۔ محاضرات حدیث ،ص ۷۳

۸۔ القرآن (۲:۵۳)

۹۔ محاضرات حدیث ،ص ۱۰۶، ۱۰۷

۱۰۔ محاضرات حدیث ،ص ۴۵۰

۱۱۔ ششماہی معارف اسلامی، جنوری تا جون ۲۰۱۱ء، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، ص ۱۰۶

۱۲۔ امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب الطب، باب طاعون، حدیث نمبر 2218

۱۳۔ محاضرات حدیث ،ص ۴۶۱

۱۴۔ القرآن (۶:۴۹)

۱۵۔ القرآن (۱۰:۶۰)

۱۶۔ محاضرات حدیث ،ص ۲۱۶ ۔

۱۷۔ محاضرات حدیث ،ص ۲۱۷

۱۸۔ شبلی نعمانیؒ، علامہ، سیرۃ النبی ﷺ ج ۱، دارالاشاعت، کراچی، ص ۳۸

۱۹۔ محاضرات حدیث ،ص ۵۸